بخش اردو

Scanned with CamScanner

پروفیسر آصف نعیم صدیقی
صدر شعبۂ فارسی، علیگڑھ مسلم یونیورسٹی، علیگڑھ۔

قول فیصل اور نقد ادبی

امام بخش صہبائی نے ۱۲۶۲ھ ق میں تنبیہ الغافلین کے تقریباً ۱۰۸ سال بعد قول فیصل تحریر کیا تھا۔ تنبیہ الغافلین خان آرزو کا رسالہ ہے جس میں آرزو نے علی حزین کے ڈھائی سو اشعار پر گرفت کی ہے۔ اس رسالے کی پشت پر کئی اسباب ہیں، حزین ہند ایرانی ادبیات کی روایت میں ہندوستانی نژاد شعرا کی فارسی اور ان کی زبان کے سخت نکتہ چین تھے۔ آرزو کا موقف یہ تھا کہ جس زبان کی پاسداری ہم کئی سو برس سے کرتے آرہے ہیں اسے اپنی طرح استعمال کرنے کا حق ہم کو بھی اسی طرح ہے جس طرح اہل زبان کو ہے۔ ''ہندیان بہ سبب توغل و کثرت ورزش و تصحیح و تفحیص زبان فارسی داخل زمرۂ فارسیان شدہ اند و این چنان است کہ زمخشری و صاحب تلخیص المفتاح اشعار ابی حمام وغیرہ را برای تصحیح الفاظ بہ سند آوردہ اند''۔

آرزو نے اپنے اسی نقطہ نظر کا اظہار داد سخن میں بھی کیا ہے۔ ''تتبع کلام اساتذہ و صحبت اہل زبان استاد قوی است در این باب احتیاج استادی معین نیست بہر حال قول صاحب تتبع در این باب سند است۔ گو از غیر ملک بود۔ معہذا قول جوہری

Scanned with CamScanner

صاحب صحاح کہ از فاراب ترکستان است و حرف مجدالدین صاحب قاموس کہ از فیروز آباد شیراز است سند است پیش عرب پس بہ وضوح پیوست کہ غیر ایرانی و تورانی اگر تتبع بہ کمال داشتہ وصحبت صاحبان محاورہ نمودہ باشد قول او سند است"[2]۔

ہندوستانی نژاد شعرا کی فارسی کو حزین مستند ماننے کو تیار نہ تھے وہ انکے شعری محاورے پر اہل زبان نہ ہونے کی وجہ سے سخت زبان میں اعتراض کرتے تھے۔ یہی نہیں بلکہ ہندوستانی فارسی پاسداروں کی مذمت کرنے سے بھی گریز نہ کرتے تھے۔ حزین کے برعکس آرزو کا نظریہ تھا کہ اہل زبان صرف اس لیئے مستند نہیں ہو سکتے کہ وہ اہل زبان ہیں وہ بھی اس وقت تک مستند نہیں ہیں جب تک پایۂ استادی کو نہ پہنچ جائیں۔ "درواقع کلام زبان دان سند است اما بہ شرطی کہ بہ پایۂ استادی رسیدہ باشد سقمی در نظم او نباشد"[3]۔ آرزو نے یہ ثابت کرنے کے لئے کہ اہل زبان ہونے کے باوجود حزین خود شاعرانہ کمزوریوں، خلاف قاعدہ تصرفات، ابتذال وسرقت مضامین، شعری روایت سے مغایر تعابیر الفاظ کے سقم سے مبرّا نہیں ہیں۔ آرزو نے حزین کے کلام پر اعتراضات کرتے ہوئے ۱۱۵۷ھ سے ۱۱۶۱ھ کے درمیان رسالہ "تنبیہ الغافلین" تالیف کیا تھا۔ ان اعتراضات کا اس وقت کے ادبی معاشرے میں دونوں طرح کا ردعمل سامنے آیا۔ کچھ نے آرزو کی ہم نوائی کی اور کچھ نے حزین کا دفاع کیا۔ آرزو کے ہمنواؤں میں میر محمد محسن اکبر آبادی نے محاکمات الشعرا (تالیف ۱۱۸۰ھ) میں خان آرزو کی طرح یہی موقف اختیار کیا ہے کہ اہل زبان بھی شعر و انشا میں اشتباہات کے مرتکب ہو سکتے ہیں اور وہ لوگ جو ہندی نژاد فارسی شعرا کو زبان سے

Scanned with CamScanner

نا آشنا سمجھتے ہیں جاہل ہیں۔ جنھوں نے حزیں کا دفاع کیا ان میں عبدالحکیم حاکم لاہوری، میر غلام علی آزاد بلگرامی، فتح علی خان گردیزی اور امام بخش صہبای انصاف منشی کے اعتبار سے قابل ذکر ہیں۔ فتح علی خان گردیزی کا رسالہ ''ابطال الباطل'' ناپید ہے۔ صہبای قول فیصل سے پہلے اپنے رسالہ اعلاء الحق ۴ (۱۳۶۷) میں رسالہ احقاق الحق میں کیے گئے اعتراضات کا جواب لکھ چکے تھے۔ اس رسالہ کا جواب لکھنے کے بعد صہبای نے قول فیصل میں تنبیہ الغافلین کا جواب لکھا۔ اس جواب کا مطالعہ نقد ادبی کے نقطہ سے مفید ثابت ہوگا۔ ذیل میں خان آرزو کے اعتراضات اور صہبای کے دفاع پر ایک مختصر بحث پیش کی جاتی ہے۔

بخشید حیات تن اگر آب سکندر دل زندگی از چشمۂ حیوان تو یابد ۵

آرزو کا اعتراض یہ ہے کہ آب خضر تو معروف ہے ۔ آب سکندر مسموع نہیں ہے پس سند درکار ہے مصرع یوں ہونا چاہیے۔ ع

بخشید بتن آب خضر گرچہ حیاتی

صہبای نے جواب میں نظام استرابادی، نظیری نیشاپوری اور نظامی گنجوی سے مثالیں سند کے طور پر فراہم کی ہیں۔

''آب سکندر ہر چند مانند سکندر از نظر این خضر سرچشمہ سخن مخفی ماندہ اما خضر خانۂ من رہبری کردہ نظام استرابدی می آرد'' ۶۔

گرخوری آب سکندر زکف این فرقہ عجبی نیست کزان مرگ مفاجا یابی

Scanned with CamScanner

نظیری نیشاپوری:

آب حیات می چکد از لفظ چون دُرت   لب بر زلال خضر و سکندر نهاده ای

نظامی گنجوی در خاتمہ سکندر نامہ خطاب بممدوح فرماید:

هم از آب حیوان اسکندری   زلال چنین ساختم گوہری

حزین:

نیست به بزم زمانہ عیش مصفا   شیشۂ گردون می زلال ندارد

آرزو کتب لغات میں زلال آبِ خوش کے معنی میں آیا ہے اس صورت میں مے زلال درست نہیں ہے۔ اور اگر مے زلال سے مراد مے صاف ہے تو از روے مجاز بھی سند لازم ہے ۔

صہبائی نے جواب میں بابا فغانی کا یہ شعر نقل کیا ہے جس میں مے زلال آیا ہے

دُر در صدف اگر ز لطافت کند سخن   برگ گل است جلوه کنان در می زلال

حزین:

ز ابروز خمہا بر تارکِ تیغِ قدر رانده   بمژگان رخنہا در سینۂ تیر قضا کرده

۸

آرزو کا کہنا ہے کہ زخم راندن فارسی تازہ ہے۔ تیغ راندن مشہور ہے ۔

صہبائی نے جواب میں نظامی کا یہ شعر نقل کیا ہے

نباید براو زخم راندن بتیغ   کز آهن نگردد پر اگنده میغ

"ہرگاه این بزرگ صدہا سال پیشتر از شیخ زبان باین حرف آشنا کرده فارسی

Scanned with CamScanner

تازہ کجا ماند''۔ [9]

حزین:

زتر کتازی آن نازنین سوار ہنوز مرا غبار بلند است از مزار ہنوز

آرزو کا اعتراض ہے کہ ہنوز اس بیت میں صرف ردیف کی خاطر ہے۔ معنی سے اسکا مطلق کوئی تعلق نہیں ہے''۔ بر متامل پوشیدہ نیست کہ یک ہنوز در این بیت [10] محض برای ردیف است و مطلقاً در معنی دخلی ندارد ۔

حزین:

بیم است کہ بی پردہ کنم فاش غمت را ہجران تو نگذاشت بہ دل صبر و قراری

آرزو کا اعتراض ہے کہ ''بی پردہ'' اور ''فاش'' میں سے ایک حشو محض ہے۔ فاش کی جگہ راز صحیح ہے''یکی از دو لفظ ''بی پردہ'' و ''فاش'' حشو محض است صحیح ''راز'' [11] است بجای ''فاش'' ۔

صہبائی نے دونوں اعتراضات قبول کر لئے ہیں۔

''زاید بودن یک لفظ ہنوز مسلم۔ امّا از آنجا کہ آن ردیف است۔ برای قافیہ بودنش معنی ندارد و توجیہی نیز توان کرد کہ ہنوز در مصرعۂ اوّل قید تر کتازی است یعنی تر کتازی کہ ہنوز است۔ امّا طبع سلیم قبول نمی کند'' [12] ۔

''فاش'' زاید محض کے بارے میں صہبائی کہتے ہیں'' بلکہ اصح [13]

Scanned with CamScanner

حزیں:

شمردہ زد نفس خویش ہر کہ در عالم چو صبح آینۂ خاطرش غبار ندید

آرزو کا اعتراض لفظ خویش پر ہے ''لفظ خویش درا ینجا بیکار محض است'' [۱۴]

صہبائی حزیں کا دفاع کرتے ہوئے کہتے ہیں ''فرض کردم حشو است امّا نہ حشوی کہ مورث کراہت طبیعت باشد پس بدیں قدر مضایقہ نتوان کرد[۱۵]'' صہبائی کا دفاع، دفاع محض ہے۔

حزیں:

در محبت در از باد حزین عمر غمہای جاودانۂ ما

آرزو کا اعتراض ہے کہ جاودانہ یہاں بے کار بلکہ مخل مطلب ہے۔ جاودان ہونے کی صورت میں درازی عمر کا کیا مطلب۔

''جاودانہ درا ینجابی کار بلکہ مخل مطلب است زیرا کہ درصورت جاودان بودن درازی عمر چہ معنی دارد۔ چہ خوب گفتہ است۔ دراین باب ملا شیدای ہندی

گفتن دعای زلف تو تحصیل حاصل است با خضر کس نہ گفت کہ عمرت دراز باد'' [۱۶]

صہبائی کا دفاع یہاں بھی دفاع محض ہے۔ صہبائی دفاع میں کہتے ہیں۔'' مراد از جاودانی غمہا دوام آنہاست کہ برسبیل تواتر وتعاقب بردل عاشق وارد میشود و اورا یک لمحہ بی غم نمی گذارند ودراین صورت ضرور نیست کہ ہر غم از آن غمہا جاودان بودہ باشد ولہذا غمہا بلفظ جمع آوردہ وچون از آن غمہا نہایت خوش کردہ درازی ہر یکی از آنہا

Scanned with CamScanner

خواستہ پس عمر غمہا بمعنی عمر ہر یک از غمہا ست'' ۔

تنبیہ الغافلین میں حزین پر آرزو کے اعتراضات زیادہ تر ایسے الفاظ کے استعمال پر ہیں جو سنت شعری کے برعکس اور اس سے متغایر ہیں۔ اس کے علاوہ عدم تناسب، فقدان معنی، خلاف قاعدہ تصرفات، ابتذال مضامین، سرقت معنی کو بھی اعتراض کی بنیاد بنایا ہے۔

صہبای نے آرزو کے ان تمام اعتراضات میں سے ان اعتراضات پر جنہیں سنت شعری کے برعکس اور رسم معہود سے متغایر قرار دیتے ہیں زیادہ توجہ صرف کی ہے اور دفاع حزیں میں سند اور شواہد پیش کرنے کا غیر معمولی کارنامہ انجام دیا ہے۔ شواہد کی فراہمی میں صہبای نے شعرفہمی وسعت مطالعہ اور قوت استحضار کا ایسا کارنامہ انجام دیا ہے جس کی مثال کم ملے گی۔ نقد ادبی اور لغت سازی میں یہ شواہد ہمارے لئے مشعل راہ کا کام کرتے ہیں۔ شواہد کی فراہمی اور دفاع حزین میں صہبای نے ادبی دیانت داری کو ہاتھ سے نہیں جانے دیا اور جہاں اعتراضات درست ہیں ان کا اعتراف بھی کیا ہے۔

حزین:

ہجر در کشتن عشاق مدارا میکرد
تیغ ناز تو بہ امداد رسید آخر کار

آرزو کا اعتراض ہے کہ مدارا یہاں بیجا ہے۔ یوں کہا گیا ہوتا تو بہتر ہوتا۔ ع

طاقت کشتن عشاق ترا ہجر نداشت

صہبائی آرزو کے اعتراض کو درست سمجھتے ہوئے کہتے ہیں '' حق بجانب

معترض است"

حزین پر آرزو کے اعتراضات کہیں کہیں اتنے محکم ہیں کہ صہبای اس کا جواب دے نہیں پاتے۔ "صہبای ہیچمدان کمر ہمت را چست بستہ در ہر مقام قصد آن دارد کہ توجیہی برای کلام شیخ بہم رساند امّا چہ کند کہ در امثال این مقامات سپر می افگند"[۱۹]۔

کدوی خشک زاہد را دماغ از بوی می ترشد
بحمد اللہ کہ آبِ رفتہ مارا در ایاغ آمد

آرزو کا اعتراض یہ ہے کہ "آب رفتہ بجو آمدن شنیدہ شدہ در ایاغ آمدن ظاہراً از تصرفات شیخ است" اس اعتراض کے اعتراف میں صہبای کہتے ہیں۔[۲۰]
"آری گاہ گاہ شیخ خشک مغزانہ حرف میزند" ۔صہبای نے ابتذال اور سرقت مضامین سے متعلق اعتراضات کو بھی اکثر و بیشتر قبول کرلیا ہے۔

آرزو کے انتقاد حزین پر صہبای کا دفاع ہماری نقد ادبی کی تاریخ میں زبان و محاورہ اور شعری سلیقہ مندی کی دریافت اور کلاسیکی شاعری کے اقدار کی جہتیں رکھتا ہے۔ یہاں یہ سوال بھی بہت اہم ہے کہ آرزو کا یہ نقطہ نظر اور یہ موقف کہ غیر اہل زبان بھی اعلیٰ تربیت اور پختگی حاصل کر لینے کی وجہ سے اسی طرح مستند ہیں اور انہیں بھی زبان کو اپنی طرح برتنے کی اتنی ہی آزادی حاصل ہے جتنی اہل زبان کو اور اہل زبان غیر اہل زبان پر جس سقم کا اعتراض کرتے ہیں وہ بھی اس سقم سے مبرّا نہیں ہیں، کیوں نظریۂ ادبی کی شکل نہ پاسکا۔ منجملہ وجوہ شاید ایک وجہ یہ بھی ہو کہ آرزو کا دور ہمارے

تہذیبی زوال کا دور ہے اور صہبائی کے دور تک آتے آتے انگریزوں کے سامنے ہماری تہذیبی اور سیاسی شکست نے ہمارا وہ Confidence ہم سے چھین لیا جسے آرزو محکم کرنا چاہتے تھے۔

حواشی

۱۔ مثمر، سراج علی خان آرزو، (بحوالہ تنبیہ الغافلین، بتصحیح سید محمد اکرم اکرام، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۸۱ء، ص چہل ودو)

۲۔ داد سخن، خان آرزو، (بحوالہ تنبیہ الغافلین، بتصحیح سید محمد اکرم اکرام، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۸۱ء، ص چہل ودو)

۳۔ داد سخن، خان آرزو، (بحوالہ تنبیہ الغافلین، بتصحیح سید محمد اکرم اکرام، پنجاب یونیورسٹی لاہور، ۱۹۸۱ء، ص چہل ودو)

۴۔ منشی دین دیال دہلوی نے یہ رسالہ خان آرزو سے منسوب کیا ہے مگر یہ اشتباہ شدید ہے۔ اس رسالے کے مصنف کا علم نہیں ہے۔

۵۔ تنبیہ لغافلین، آرزو، ص ۴۵

۶۔ قول فیصل، صہبائی، ص ۶۱

۷۔ تنبیہ الغافلین، ص ۴۴، قول فیصل، ص ۶۱

۸۔ تنبیہ الغافلین، ص ۴۷

۹۔ قول فیصل، ص ۹۸

۱۰۔ تنبیہ الغافلین، ص ۵۲

Scanned with CamScanner

۱۱۔ تنبیہ الغافلین، ص ۴۳

۱۲۔ قول فیصل، ص ۴۳۔۴۴

۱۳۔ ایضاً، ص ۹۹

۱۴۔ تنبیہ الغافلین، ص ۴۶

۱۵۔ قول فیصل، ص ۶۲

۱۶۔ تنبیہ الغافلین، ص ۱۳

۱۷۔ قول فیصل، ص ۲۰

۱۸۔ قول فیصل، ص ۴۲

۱۹۔ ایضاً ص ۱۳۴

۲۰۔ ایضاً ص ۶۰

کتابیات

آرزو سراج الدین علی خان، تنبیہ الغافلین، مصحح سید محمد اکرم اکرام، پنجاب یونیورسٹی، لاہور، ۱۹۸۱ء۔

صہبائی امام بخش، رسالۂ قول فیصل، نول کشور کانپور، ۱۲۹۶ھ۔

Scanned with CamScanner